

تعارفِ کتب

ISLAM AND THE ARABS | گذشتہ دس سالوں میں اسلام اور دنیائے اسلام کو سمجھنے کے لیے

غیر مسلموں نے جس قدر علمی کاوشیں کی ہیں ان میں یہ کتاب ایک قابلِ قدر اضافہ ہے۔ اس کے مصنف پروفیسر ROM LANDAU مراکش کے سیاسی اور معاشرتی حالات کے ایک بہت بڑے مبصر خیال کیے جاتے ہیں۔ انہوں نے مراکش کے بارے میں بہت سی اور کتابیں بھی تصنیف کی ہیں جن میں دعوتِ مراکش، حسنِ مراکش اور فرمانروائے مراکش خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

فاضلِ مصنف اس وقت سان فرانسسکو کے ایک کالج میں اسلامی علوم کے استاد ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب کو انگلستان کے مشہور و معروف اشاعتی ادارے جارج ایلن نے اپنی رہنمائی کے مطابق نہایت اونچے طباعتی معیار کے ساتھ شائع کیا ہے۔ کتاب کی قیمت تیس شلنگ ہے۔

اس تالیف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ مراکش کے ساتھ ایک گیرے تعلق اور رابطہ ہی نے مصنف کے اندر اسلام اور دنیائے اسلام کو سمجھنے کی خواہش پیدا کی اور انہوں نے نہ صرف ان کا مطالعہ کیا بلکہ اپنے حاصلِ مطالعہ کو اس کتاب کی صورت میں مدون بھی کیا۔ اسی موضوع پر ان کی چند دوسری تصنیفات بھی موجود ہیں جن میں تلاشِ حق، اسلام عہدِ حاضر میں (بہ اشتراک پروفیسر آربری، فرانس اور عرب، عربوں کا تہذیب میں حصہ، اہلِ علم سے خراجِ مخین حاصل کر چکی ہیں۔

پروفیسر صاحب کی اس حق پرستی کو دیکھ کر جو انہوں نے اسلام اور مسلم ممالک کو سمجھنے سمجھانے میں صرف کی ہے، یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس کا محرک کیا ہے۔ اس کا جواب انہوں نے خود ہی مندرجہ ذیل الفاظ میں دے دیا ہے:

”مغربی اہلِ علم نے اسلام اور دنیائے اسلام کے ساتھ کبھی بھی نیایشا نہ کرتا دیکھا نہیں

کیا لیکن آج اس چیز کی اشد ضرورت ہے۔ ماخیزا رسائل پر سرسری نگاہ ڈالنے والا بھی اس

انہیں صفات میں صاحبہ و مصروف نے اسلامی فلسفہ کے متعلق بھی ایک نہایت ہی صحیح بات کہی ہے:

”یکہنا تطغایے جانہ ہوگا کہ اسلام فلسفہ سے بالکل بے نیاز ہو سکتا ہے۔ وہ دین میں کا مرکز و محور و حید باری تعالیٰ ہو جس کی بنیاد حقیقت پسندی پر رکھی گئی ہو اور جو اپنے حکیت پسند فراج کی وجہ سے زندگی کے سارے گوشوں کا احاطہ کیے ہوئے ہو۔ وہ حیات انسانی کے بہت سے اعتقادی اور عملی مسائل کا حل تو پیش کرتا ہے مگر اس میں حلفیہ و تزنگافیلوں کی کوئی تکجائش نہیں ہو سکتی۔ اسلام نے زندگی کے اسرار و رموز کو نہایت سادہ اور واضح انداز میں سمجھایا ہے اسلام حقیقت سے اس معاملے میں بہت آگے ہے اور ایشیا کے دوسرے مذاہب پر بھی اسلام اس باب میں بہت زیادہ فوقیت اور برتری رکھتا ہے“

مسلمان حکما کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے فاضل مصنف رقمطراز ہے:

”مسلمان فلسفی قریب قریب انہی مسائل کو حل کرنے میں مصروف رہے جنہوں نے مغربی مفکرین کو آج تک پریشان کر رکھا ہے مثلاً ایک مکمل اور اکمل ذات نے ایک ناقص دنیا کی زندگی پیدا کی ہے کثرت میں وحدت کس طرح جلوہ گر ہوئی ہے، کیا انسان خود مختار ہے یا اس کی تقدیر روز بروز انزل سے لکھی جا چکی ہے۔ خدا اگر خیر کا سر شہد ہے تو پھر اس دنیا میں شر کیوں موجود ہے۔ مسلمان خلافت نے ان مسائل کو اگر عقل استدلال کے ذریعہ حل کیا ہے مگر انہوں نے کبھی بھی مذہب کو اپنی خود کا غلام نہیں بنایا بلکہ اپنی عقل کو ہمیشہ مذہب کے تابع رکھا۔۔۔۔۔ ان کے انکار و نظر بابت نے عیسائی علم الکلام اور مغربی فلسفہ پر نہایت گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ اس میں قطعاً کوئی مبالغہ نہیں اگر یہ کہا جائے کہ عیسائی فلسفہ کو اس معراج تک پہنچانے میں جس پر کہ وہ اس وقت ہے، خدا باری اور ابن سینا مغزائی اور ابن رشد کا بہت زیادہ دخل ہے“

پروفیسر صاحب کو اس امر کا بھی اعتراف ہے کہ مسلمانوں نے کلاسیکی سکول آفرنی کے فطر یہ کی جگہ حرکت اور حرارت کے اصولی کو زندگی کا سر بنایا اور اس طرح جدید سائنس کی بنا ڈالی۔ اس باب میں جو باتیں انہوں نے فرمائی ہیں وہ فکر انگیز ہونے کی وجہ سے گہری توجہ کی محتاج ہیں۔ انہوں نے اس حقیقت کو بھی

انہیں صفات میں صاحبِ موصوف نے اسلامی فلسفہ کے متعلق بھی ایک نہایت ہی صحیح بات کہی ہے:

”یہ کہنا قطعاً بے جا نہ ہوگا کہ اسلام فلسفہ سے بالکل بے نیاز ہو سکتا ہے۔ وہ دین جس کا مرکز و محور توحید باری تعالیٰ ہو، جس کی بنیاد حقیقت پسندی پر رکھی گئی ہو اور جو اپنے کلیت پسند مزاج کی وجہ سے زندگی کے سارے گوشوں کا احاطہ کیے ہوئے ہو۔ وہ حیات انسانی کے بہت سے اعتقادی اور عملی مسائل کا حل فرمیش کرتا ہے مگر اس میں فلسفیانہ تزنگانیوں کی کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ اسلام نے زندگی کے اسرار و رموز کو نہایت سادہ اور واضح انداز میں سمجھایا ہے، اسلام حقیقت سے اس معاملے میں بہت آگے ہے اور ایشیا کے دوسرے مذاہب پر بھی اسلام اس باب میں بہت زیادہ فوقیت اور برتری رکھتا ہے۔“

مسلمان حکمران کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے فاضل مصنف رقمطراز ہے:

”مسلمان فلسفی قریب قریب انہی مسائل کو حل کرنے میں مصروف رہے جنہوں نے مغربی مفکرین کو آج تک پریشان کر رکھا ہے مثلاً ایک مکمل اور اکمل ذات نے ایک ناقص دنیا کیوں پیدا کی ہے؟ کثرت میں وحدت کس طرح جلوہ گر ہوئی ہے، کیا افسانہ خود مختار ہے یا اُس کی تقدیر بعد از ازل سے لکھی جا چکی ہے۔ خدا اگر خیر کا سرچشمہ ہے تو پھر اس دنیا میں شر کیوں موجود ہے۔ مسلمان فلاسفہ نے ان مسائل کو اگرچہ عقل استدلال کے ذریعہ حل کیا ہے مگر انہوں نے کبھی بھی مذہب کو اپنی خروک و خلام نہیں بنایا بلکہ اپنی عقل کو ہمیشہ مذہب کے تابع رکھا۔ . . . ان کے افکار و نظریات نے عیسائی علم الکلام اور مغربی فلسفہ پر نہایت گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ اس میں قطعاً کوئی مبالغہ نہیں اگر یہ کہا جائے کہ عیسائی فلسفہ کو اس معراج تک پہنچانے میں جس پر کہ وہ اس وقت سے، مذہابی، ابن سینا، مغزائی اور ابن رشد کا بہت زیادہ دخل ہے۔“

پروفیسر صاحب کو اس امر کا بھی اعتراف ہے کہ مسلمانوں نے کلاسیکی سکول آفرینی کے نظریہ کی جگہ حرکت اور حرارت کے اصولی کو زندگی کا سر بنایا اور اس طرح جدید سائنس کی بنا ڈالی۔ اس باب میں جو باتیں انہوں نے فرمائی ہیں وہ فکر انگیز ہونے کی وجہ سے گہری توجہ کی محتاج ہیں۔ انہوں نے اس حقیقت کو بھی

تعلیم کیا ہے کہ مسلمانوں نے علم طب کو ترقی کے آخری زینت تک پہنچایا۔ ہسپتالوں کا قیام انہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ بغداد میں پہلا ہسپتال نویں صدی میں خلفہ ہارون الرشید کے وقت میں قائم ہوا اور دوسریوں کے اندران کی تعداد میں حیرت انگیز اضافہ ہو گیا۔ ان ہسپتالوں کے ساتھ طب کی تعلیم کے لیے مدارس بھی موجود تھے جہاں سے ہر سال اطباء کی نئی کھیمپ تیار ہوتی۔ اسی سلسلہ میں فاضل مصنف فرماتے ہیں :

”ہمارے پاس اس امر کو ماننے کے لیے کافی وجوہ ہیں کہ اہل یورپ کے اندر صلیبی جنگوں میں جو ہسپتالوں کے قیام کا احساس پیدا ہوا، اُس کے محرک عرب ہی تھے۔ اس وقت تک دمشق اور تباہہ میں بڑے بڑے ہسپتال معرض وجود میں آچکے تھے۔ پیرس میں پہلا ہسپتال لونی نهم نے صلیبی جنگوں سے واپس آکر قائم کیا۔ عربی اطباء عیسائی ڈاکٹروں کو کچھ بہت زیادہ قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ جلد اپنے رسائل میں ان لوگوں کی جہالت اور ناہمی کا اکثر اوقات مذاق اڑاتے۔ نوال رومانہ کے بعد یورپ کی تاریکی میں جب علم کی پہلی کرنچوڑائی تو مغربی علماء عربی علوم اور عرب علماء اور فضلاء کی تصنیفات پر ٹوٹ پڑے۔ انہوں نے لاطینی زبان میں ان کے ترجمے کیے۔ یورپ کی مختلف یونیورسٹیوں میں بطور نصاب انہیں شامل کیا گیا۔

فاضل مصنف نے حضور سرود کائنات کے بارے میں اپنے بھائی بندوں کی پھیلائی ہوئی بہت سی غلط فہمیوں کی بھی تردید کی ہے۔ اس سلسلہ میں اُن کے یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیں :

”محمود صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک نہایت مشکل مگر متم باشان کام تھا۔ وہ کام جس کو کوئی کاذب (جیسا کہ بعض مغربی مصنفین نے دعویٰ کیا ہے) پائیہ تکمیل تک نہیں پہنچا سکتا۔ ان لوگوں کا یہ الزام کہ حضور پر جن اوقات میں وحی نازل ہوئی تھی ان میں درحقیقت انہیں مرگی کا دور پڑا تھا۔ معاویہؓ بالکل لغو اور بے بنیاد ہے۔ اس مرض کے حملے کے وقت آخر کس طرح ایسے مربوط اور منکرانگیز انکار زبان سے نکل سکتے ہیں جو میں قرآن مجید میں ملتے ہیں۔ اُس بے مثال خلوص سے جس سے حضورؐ نے اپنا کام شروع کیا، اس مکمل اعتماد سے جو اُن کے ماننے والے اُن پر رکھتے تھے اور صدیوں کی گواہی سے اس باطل خیال کی تردید ہوتی ہے۔ کسی ذہین سے ذہین کا ذب کی مذہبی فریب کاریاں انتہی

دیر تک کبھی نہیں چلی سکتیں۔ اسلام نہ صرف تیرہ سو سال سے زندہ چلا آ رہا ہے بلکہ اس کے پیروں کی تعداد دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ تاریخ میں کسی ایسے منقری کی کوئی مثال نہیں ملتی جس کی وضع گوئیوں سے دنیا کی عظیم الشان سلطنتیں قائم ہوئی ہوں اور بہترین تہذیبوں نے جنم لیا ہو۔
 پروفیسر صاحب نے اپنی اس تالیف میں اسلام کے فراج کا ذکر کرتے ہوئے بالکل درست کہا ہے کہ اسلام حیاتِ انسانی کے سارے شعبوں کے لیے واضح ہدایت دیتا ہے۔ اس دین میں رہبانیت نہیں۔
 ”اسلام ایک اجتماعی دین ہے جس میں ملت کا مفاد دوسرے سب مفادات پر غالب ہے“

لیکن اسی نقطہ نظر میں فاضل مصنف نے ایک زبردست ٹھوکہ بھی کھائی ہے۔ اسلام اگرچہ زندگی کے سارے گوشوں کا احاطہ کرتا ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اُس کے ہاں فرد کی کوئی حیثیت ہی نہیں اور وہ اجتماعی حیات کے سبیل بے پناہ میں محض ایک نقطہ ہے۔ فرد کی شخصیت کا ارتقاء اور اس کی ذات کی تکمیل ہی دینِ حق کا مطلوب و مقصود ہے۔ دین کا مخاطب فرد ہے۔ خدا کی عبادت اور اطاعت کی طرف فرد ہی کو دعوت دی گئی ہے۔ حقوق اور فرائض فرد ہی پر عائد کیے گئے ہیں۔ امر و نہی کے احکام فرد کو ہی دیتے گئے ہیں۔ لغزش اسلام کے فکر و عمل میں فرد ہی وہ اصل اکائی ہے جس کو ابتدا میں عامل کی حیثیت سے اور انتہا میں نتیجہ عمل پانے والے کی حیثیت سے بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ لیکن چونکہ انسان کی ترقی کا راستہ اجتماعی زندگی سے ہی ہو کر گزرتا ہے اور فرد کی تکمیل ذاتِ اجتماعی زندگی کے اندر ہی ہو سکتی ہے، اس بنا پر اسلام نے حیاتِ اجتماعی کے ایسے ہی اصول دیئے ہیں۔

اس کے علاوہ کتاب میں اور بھی بہت سی فکری لغزشیں دیکھنے میں آتی ہیں۔ مثلاً یہ سمجھنا کہ عرب کے حق و دوق ریگزاروں نے خدا کی تہاری اور جباری کا تصور پیدا کیا بالکل غلط ہے۔ مصنف کا خیال ہے کہ اسلام نے اللہ کی جو صفات بیان کی ہیں ان میں تہرجم پر غالب ہے۔ قرآن مجید کی پہلی صورت ہی اس بات کی تردید کرتی ہے۔

پھر پروفیسر صاحب کی یہ بات بھی ہم سمجھنے سے قاصر ہیں کہ ایک طرف تو وہ وحی اور الہام کے قائل ہیں اور دوسری طرف ایمانیات کو حیرانیاں یا ماحول کا مظہر خیال کرتے ہیں۔ وحی اپنی نہ تو انسان کی کسی

داخلی کیفیت کا اظہار ہوتی ہے اور نہ ہی جغرافیائی حالات کی کرشمہ سازی۔ وہ خدا کا وہ پیغام ہے جو خالقِ کائنات پروردگارِ حق تعالیٰ کے ساتھ اپنے پیغمبر پر نازل فرماتا ہے۔ اس میں کسی بشر کے اپنے ذاتی احساسات یا خارجی اثرات کا قطعاً کوئی دخل نہیں ہوتا۔

ان فروگزاشوں کے باوجود کتاب میں بہت سی مفید باتیں بھی ملتی ہیں اور انہیں دیکھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ فاضل مصنف سے اگرچہ بہت سی کوتاہیاں بھی ہوئی ہیں مگر ان کی نیت بخیر ہے اور اہل مغرب کو دیتا ہے اسلام سے متعارف کرانے کے معاملے میں وہ بہت حد تک مخلص ہیں۔

امثارات (صفحہ ۶۴ سے آگے)

وَإِنَّمَا كَيْفَ رُفِعَتْ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ
وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ (الانشاء)

آسمان کس طرح بلند کیا گیا ہے۔ پہاڑ کیسے جائے گئے ہیں
خوش زمین کیسے بچھایا گیا ہے۔

صانعِ حقیقی کی ہر شے اپنے منِ تخلیق اور حسنِ ترتیب سے خالق کے وجود کی گواہی دیتی ہے۔ اُس کی مصلحت گری کے معمولی سے معمولی نمونے اور اُس کی تخلیق کے بڑے سے بڑے شاہکار سب دس معرفت دیتے ہیں اور اس حقیقت کی غمازی کر رہے ہیں کہ کائنات کا یہ حیرت انگیز کارخانہ ایک ترتیب اور قاعدہ سے برابر چل رہا ہے۔ اور تمام نظامات ایک ہی اصل پر حرکت کر رہے ہیں کیا مجال کہ اس کارخانہ کی کوئی چیز اپنی حد سے تجاوز کرے۔ اس کی صنعت ہر عیب سے پاک اور اس کا نظام ہر قسم سے خالی ہے۔

مَا تَوَلَّى فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِنْ تَفَافُتٍ
فَارْجِعِ الْبَصَرَ لَهِلْ تَرَىٰ مِنْ فُطُورٍ - ثُمَّ ارْجِعِ
الْبَصَرَ كَوَيْتِنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ حَاسِنًا
وَهُوَ حَسِيرٌ (۱-۶۷)

کیا تو رحمن کی تخلیق میں کوئی معمولی سے معمولی فرق بھی
دیکھتا ہے؟ پھر نگاہ کر کہ کیا کوئی رنزد دکھائی پڑتا ہے۔
پھر وہرا کر دوبارہ نظر کر، تیری نگاہ رو سچو کر تھک کر
واپس پلٹ آئے گی۔ (مگر کوئی نقص نہ پاسکے گی)